MD- RAFEEQUE (URDU)

"TAZEEN-E-ADAB":Vol 4 Issue No.2

ISSN:2278-0718

انٹرنیشنل اردو ریسرچ جرنل

سہ ماہی

تزئینِ ادب

شیرپور (انڈیا)

جلد نمبر : ۴ شمارہ : ۲

اپریل تا جون ۲۰۲۰ء

سرپرست : پروفیسر اختر الواسع (دہلی)، ڈاکٹر عبدالکریم سالار (جلگاؤں)

مدیر اعلیٰ : ڈاکٹر ساجد علی قادری (شیرپور)

مشیر اعلیٰ : پروفیسر صغیر افراہیم (علی گڑھ)

مُدیر اعزازی : حاجی انصار احمد (بھساول)

اعزازی نائب مدیر : ڈاکٹر عتیق احمد قریشی (ہنگولوی)

نگراں : رفیق جعفر، پونہ

مجلسِ ادارت (اعزازی)

☆ پروفیسر علی احمد فاطمی (الٰہ آباد)

☆ ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی (وارانسی)

☆ ڈاکٹر بلقیس بیگم (کولکاتہ)

☆ ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل (برہانپور)

☆ محمد آصف (امراوتی)

مجلسِ مشاورت (اعزازی)

☆ ڈاکٹر شیخ عقیل احمد (اردو قومی کونسل...دہلی)

☆ پروفیسر ابن کنول (دہلی)

☆ ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد (پٹنہ)

☆ ڈاکٹر شہاب عنایت ملک (جموں کشمیر)

☆ ڈاکٹر عبدالرشید منہاس (جموں کشمیر)

Email ID : sajid.qadri7@gmail.com / tazeeneadab@gmail.com
Cell. : 09403094333 / 09423288786/9423761597
Plot No. 57, Ganesh Colony, Shirpur Dist. Dhule (M.S.) India - Pin : 425405

اس شمارے کے مشمولات سے ادارہ "تزئین ادب" کا متفق ہونا ضروری نہیں، یہ ذمہ داری صاحب قلم کی ہوگی۔

ڈاکٹر ساجد علی قادری نے جی۔آر۔آرٹس، مالیگاؤں سے طبع کرواکر شیرپور (مہاراشٹر) انڈیا سے شائع کیا۔

قیمت فی شمارہ: 100/روپئے (خاص نمبر 350/روپئے) سالانہ: 500/ روپئے لائف ممبرشپ: 15000 روپئے۔

بیرونِ ممالک سالانہ زرِتعاون 30/امریکی ڈالر

O اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی نشاندہی کررہا ہے کہ آپ کی خریداری معیاد پوری ہوچکی۔ لہٰذا رقم روانہ کیجئے۔

(تزئین ادب حاصل کرنے کا پتا)

سٹی بک ڈپو، محمد علی روڈ، قصاب باڑہ، مالیگاؤں۔ مدینہ بک ڈپو، مولوی گنج دھولیہ۔

مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، پرنسیس بلڈنگ، ای۔آر۔ روڈ ممبئی۔

دامنِ تزئین ادب

نمبر شمار	عنوانات	قلم کار	صفحہ نمبر
1	کہنے کی بات	ڈاکٹر ساجد علی قادری (مدیر اعلیٰ)	3
2	حمد و نعت	نعیم اختر دھولیوی	4
3	خواتین کی ناول نگاری (ترقی پسند تحریک و مابعد ترقی پسند تحریک)	ڈاکٹر قریشی عتیق احمد ہنگولوی۔ بدناپور	5
4	پروین شاکر کی دو نعتیں	محمد آصف۔ امراوتی	16
5	کرشن چندر کا افسانہ 'بھگت رام' ایک جائزہ	رضیہ پروین ۔رام پور	25
6	ساحرؔ لدھیانوی کی فلمی و ادبی شاعری (ایک جائزہ)	ڈاکٹر عبدالباری ادیبؔ۔ پونے	29
7	اردو کے فروغ میں ٹیکنالوجی کا حصّہ	فیاض احمد (فیاض حمیدؔ)۔ ساگر، ایم پی	44
8	اردو تحقیق: ایک عمومی جائزہ	عمران احمد ۔میسور	51
9	جدید اردو شعری اصناف	پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید۔ ہنگولی	69
10	ضلع اورنگ آباد (دکن) شفیق فاطمہ شعریؔ کی شاعری میں	ڈاکٹر محمد رفیق محمد حنیف۔ جالنہ	73
11	ادب کا بین الکلیاتی نظریہ (ادب اور تاریخ کے باہمی ربط کے حوالے سے)	ڈاکٹر انصاری مسعود اختر ندویؔ۔ جالنہ	80
12	سفرنامہ میں عورت کے مختلف پہلو	واحد احمد دار ، پٹیالہ	88
13	پروفیسر سید حسن عباس حکومت ایران کے خصوصی اعزاز سے سرفراز	ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل۔ برہانپور	97

ضلع اورنگ آباد (دکن)
شفیق فاطمہ شعریؔ کی شاعری میں

ڈاکٹر محمد رفیق محمد حنیف

اسسٹنٹ پروفیسر

انکوش راؤ ٹوپے کالج، جالنہ، مہاراشٹر

شفیق فاطمہ شعریؔ کا شمار جدید اردو ادب کی اہم ترین شاعرات میں ہوتا ہے۔ان کی پیدائش ۱۹۳۰ء کو ناگپور میں ہوئی۔ان کے والد شمالی ہند سے ہجرت کر کے ناگپور پھر اورنگ آباد میں آبسے تھے۔ان کی زندگی کا ایک حصہ اورنگ آباد میں ہی گزرا۔پھر شادی کے بعد وہ حیدرآباد چلی گئیں اور وہیں کی ہوکر رہ گئیں۔شفیق فاطمہ شعری غیر معمولی تخلیقی صلاحیتوں کی حامل جدید لب ولہجہ کی شاعرہ ہے۔شعریؔ کی شاعری میں انفرادیت اور نیاپن ہے۔انھوں نے ایک نئے اسلوب، تجربے اور لہجے سے اردو شاعری میں مخصوص مقام حاصل کیا ہے۔ان کے چار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔پہلا مجموعہ کلام ''گلہ صفورہ'' دوسرا مجموعہ ''آفاق نوا'' اس کے بعد تیسرا ''کرن کرن یادداشت'' اور چوتھا ''سلسلۂ مکالمات'' کافی مقبول ہوئے۔انھوں نے اپنی نظم ''یادنگر'' میں اورنگ آباد کو یاد کرتے ہوئے اس طرح اظہار کیا ہے:

میں اوس بن کے برس جاؤں تیرے سبزے پر
میں گیت بن کے تری وادیوں میں کھو جاؤں
بس ایک بار بلالے مجھے وطن میرے
کہ تیری خاک کے دامن میں چھپ کے سوجاؤں

گرد اُڑ رہی ہے اب جس وسیع میداں سے
اس کو روند کر گذرے کتنے شہ سوار آخر
کتنے انقلاب آئے کتنے حکمراں بدلے
ہے یہ خاک کس کس کے خوں سے داغدار آخر

فصیل اورنگ آباد اپنے اندر بے شمار تاریخی حقائق چھپائے مسلمان حکمرانوں کی عظمت کی خاموش شاہد بنی کھڑی ہے۔ یہ نظم تاریخی حسیت سے بھرپور ماضی اور حال کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتی ہے۔ اس نظم میں آگے چل کر شاعرہ نے اورنگ آباد میں واقع ''بی بی کا مقبرہ'' کا ذکر کیا ہے جسے دکن کا تاج بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مقبرہ آگرہ کے تاج محل کا چھوٹا نمونہ معلوم ہوتا ہے، اسی طرح کا باغ اور نہریں، درمیان میں بلند چبوترہ، اس کے چاروں کونوں پر اونچے اونچے مینار، وسط میں بڑا گنبد اور اردگرد چھوٹی چھوٹی برجیاں اسے چھوٹا تاج محل ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کو مغل بادشاہ اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ اعظم شاہ نے اپنی ماں دلرس بانو بیگم کی یاد میں تعمیر کروایا ہے۔ خوبصورتی کے حوالے کسی طور پر بھی یہ مقبرہ تاج محل کا مقابلہ نہیں کرسکتا لیکن اس کی کے باوجود یہ فن تعمیرات کا نہایت شاندار نمونہ ہے جس میں اکبر اور شاہجہاں کے دور کے شاہی طرز تعمیرات کا عکس جھلکتا ہے۔ ہرے بھرے درختوں کے درمیان مقبرے کی سفید عمارت نہایت دلکش اور حسین نظر آتی ہے۔ شفیق فاطمہ شعریٰ مقبرہ کو دلرس بانو کے ہاتھ کا حسین کنگن کہتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اس سے کہساروں کا دامن جگمگا اٹھا ہے۔ ایسا لگتا ہے شام کے اندھیرے میں شمع جل رہی ہو یا پھر بادلوں کے گھیرے میں چاند محصور ہو۔ اس کے بعد شاعرہ تاج محل اور مقبرہ دلرس کی تعمیر و تخلیق کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ تاج ارجمند بانو کے پیار کی نشانی اور غیر فانی ہے جبکہ مقبرہ ماں کی ممتا کے دامن کی سہانی چھاؤں ہے۔ تاج محل کے ساتھ جمنا کی پرسکون روانی ہے تو مقبرہ دلرس کے ساتھ کہساروں کا سایہ لپٹا ہوا ہے۔ اس نظم کے مزید اشعار ملاحظہ ہو :

خوش نماں گراں پیکر نقش محکم و سادہ
سنگ و خشت میں لپٹا نورِ خاکداں جیسے
اس کا صحن بے سرحد عام خاص کا میداں
در کشادہ ہر جانب اس کا سائباں جیسے

شفیق فاطمہ شعریٰ نے سنگ تراشی کے شاہکار ایلورہ کے غار پر بھی ایک نظم ''ایلورہ'' کے عنوان سے لکھی ہے جس میں بے مثال فن کاری اور مصوری کا ذکر کیا ہے۔ان غاروں میں نقاشی وسنگ تراشی کے جاذب نظر نمونے پائے جاتے ہیں۔ایلورہ کے یہ غار سنگ تراشی کے بے مثال اور عجیب وغریب نمونے ہیں۔یہاں پہاڑوں کو کھود کر بڑے بڑے مسطح ہال اوران سے متصل کمرے بنائے گئے ہے۔دیواروں اور کھمبوں پر بڑی مہارت سے بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی سائز کی مورتیاں تراشی گئی ہے۔خوبصورت اور دلکش پینٹنگس سے ہالوں کو آراستہ کیا گیا ہے۔شاعرہ آج کے نفسانفسی کے دور میں ایلورہ کے ان غاروں میں سکون ومسرت کی متلاشی ہے۔نظم کے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

ان گھپاؤں میں کوئی بزم سجی ہے جس کی
شمع تابندہ ہے گل تازہ ہیں
جام گردش میں ہیں ساقی کا کرم ہے سب پر
بند آنکھوں سے چھلکتا ہے سرور ازلی
درودیوار سے ٹکرا کے ہوا گاتی ہے
روشنی تپتے ہوئے مہر کی پابوسی کو
چاندنی بن کے گذر پاتی ہے
سحر و شام کے لمحات رواں آتے ہیں

تیرے پیڑوں کے سائے تلے کھیلتی ہے ہوائے بہشت
راگنی سے سجل تیری چھاؤں چاندنی سے حسین تیری دھوپ
یہ حقیقت کی بستی ہے یا کوئی دھندلی سی اقلیم خواب
دو نفس جس میں پر چھائیاں اوڑھتی ہے رِدائے ظہور

خلدآباد کی سرزمین اس معنی میں نہایت زرخیز ہے کہ یہاں درویش بھی ہوئے اور سلاطین بھی ،عالم بھی ہوئے اور ادیب بھی۔شہر خلدآباد قابل دید اور نہایت فرحت افزا اور دلکشا ہے۔نظارۂ قدرت کے لیے اس سے بہتر مقام نہیں یہ شہر ہر فصل میں خزاں سے پاک اور سرسبز وشاداب رہتا ہے خصوصاً بارش کے موسم میں نمونۂ جنت نظر آتا ہے۔یہاں کی آب وہوا نہایت خوشگوار اور زندگی بخش ہے۔اس نظم میں شاعرہ نے اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ گردشِ زمانہ اس مقدس شہر کے آثار مٹا نہ دے اس لیے انہوں نے اس شہر کو اپنی شاعری میں محفوظ کرلیا ہے۔شاعرہ چاہتی ہے کہ اس سرزمین میں ابدی نیند سورہے اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام کی تعلیمات اور ان کی اہمیت کو نئی نسل تک پہونچایا جائے:

آج تک میں جلاتی رہی تیرے در پر مرادوں کے دیپ
آج سے میرے نغمے میں تو اپنی شمع مقدر جلا
میری آواز کے سوز میں شعلہ جاوداں بن کے جل
گھٹ کے ان وادیوں میں نہ رہ حدِ آفاق تک پھیل جا
تیرے رنگِ کہن کے بغیر نقش عصر رواں ناتمام
نقشِ عصر رواں کے بغیر تیرا رنگِ کہن بے بقا

☆☆☆

MD- RAFEEQUE (URDU)

"TAZEEN-E-ADAB":Vol 4 Issue No.2

ISSN:2278-0718

انٹرنیشنل اردو ریسرچ جرنل

سہ ماہی

شیر پور (انڈیا)

تزئینِ ادب

جلد نمبر : ۴ شمارہ : ۲

اپریل تا جون ۲۰۲۰ء

سرپرست : پروفیسر اختر الواسع (دہلی)، ڈاکٹر عبدالکریم سالار (جلگاؤں)

مدیر اعلیٰ : ڈاکٹر ساجد علی قادری (شیر پور)

مشیر اعلیٰ : پروفیسر صغیر افراہیم (علی گڑھ)

مدیر اعزازی : حاجی انصار احمد (بھساول)

اعزازی نائب مدیر : ڈاکٹر عتیق احمد قریشی (ہنگولوی)

نگراں : رفیق جعفر، پونہ

مجلس ادارت (اعزازی)

☆ پروفیسر علی احمد فاطمی (الہ آباد)

☆ ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی (وارانسی)

☆ ڈاکٹر بلقیس بیگم (کولکاتہ)

☆ ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل (برہانپور)

☆ محمد آصف (امراوتی)

مجلس مشاورت (اعزازی)

☆ ڈاکٹر شیخ عقیل احمد (اردو قومی کونسل...دہلی)

☆ پروفیسر ابن کنول (دہلی)

☆ ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد (پٹنہ)

☆ ڈاکٹر شہاب عنایت ملک (جموں کشمیر)

☆ ڈاکٹر عبدالرشید منہاس (جموں کشمیر)

Email ID : sajid.qadri7@gmail.com / tazeeneadab@gmail.com
Cell. : 09403094333 / 09423288786/9423761597
Plot No. 57, Ganesh Colony, Shirpur Dist. Dhule (M.S.) India - Pin : 425405

اس شمارے کے مشمولات سے ادارہ "تزئین ادب" کا متفق ہونا ضروری نہیں، یہ ذمہ داری صاحب قلم کی ہوگی۔

ڈاکٹر ساجد علی قادری نے جی۔ آر۔ آرٹس، مالیگاؤں سے طبع کروا کر شیر پور (مہاراشٹر) انڈیا سے شائع کیا۔

قیمت فی شمارہ: 100/روپے (خاص نمبر 350/روپے) سالانہ: 500/روپے لائف ممبر شپ: 15000 روپے۔
بیرون ممالک سالانہ زر تعاون 30/امریکی ڈالر

O اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ کی خریداری معیاد پوری ہو چکی۔ لہٰذا رقم روانہ کیجئے۔

(تزئین ادب حاصل کرنے کا پتا)

سٹی بک ڈپو، محمد علی روڈ، قصاب باڑہ، مالیگاؤں۔ مدینہ بک ڈپو، مولوی گنج دھولیہ۔

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، پرنسس بلڈنگ، ای۔ آر۔ روڈ ممبئی۔

[illegible] [illegible]

دامنِ تزئین ادب

نمبر شمار	عنوانات	قلم کار	صفحہ نمبر
1	کہنے کی بات	ڈاکٹر ساجد علی قادری (مدیر اعلیٰ)	3
2	حمد و نعت	نعیم اختر دھولیوی	4
3	خواتین کی ناول نگاری (ترقی پسند تحریک و مابعد ترقی پسند تحریک)	ڈاکٹر قریشی عتیق احمد ہنگولوی۔ بدناپور	5
4	پروین شاکر کی دو نعتیں	محمد آصف۔ امراوتی	16
5	کرشن چندر کا افسانہ 'بھگت رام' ایک جائزہ	رضیہ پروین ۔رام پور	25
6	ساحر لدھیانوی کی فلمی و ادبی شاعری (ایک جائزہ)	ڈاکٹر عبدالباری ادیب۔ پونے	29
7	اردو کے فروغ میں ٹیکنالوجی کا حصہ	فیاض احمد (فیاض حمید)۔ ساگر، ایم پی	44
8	اردو تحقیق: ایک عمومی جائزہ	عمران احمد ۔میسور	51
9	جدید اردو شعری اصناف	پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید۔ ہنگولی	69
10	ضلع اورنگ آباد (دکن) شفیق فاطمہ شعریٰ کی شاعری میں	ڈاکٹر محمد رفیق محمد حنیف۔ جالنہ	73
11	ادب کا بین الکلیاتی نظریہ (ادب اور تاریخ کے باہمی ربط کے حوالے سے)	ڈاکٹر انصاری مسعود اختر ندوی۔ جالنہ	80
12	سفرنامہ میں عورت کے مختلف پہلو	واحد احمد دار ، پٹیالہ	88
13	پروفیسر سید حسن عباس حکومت ایران کے خصوصی اعزاز سے سرفراز	ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل۔ برہانپور	97

ضلع اورنگ آباد (دکن)
شفیق فاطمہ شعریٰ کی شاعری میں

ڈاکٹر محمد رفیق محمد حنیف

اسسٹنٹ پروفیسر

انکوش راؤ ٹوپے کالج، جالنہ، مہاراشٹر

شفیق فاطمہ شعریٰ کا شمار جدید اردو ادب کی اہم ترین شاعرات میں ہوتا ہے۔ان کی پیدائش ۱۹۳۰ء کو ناگپور میں ہوئی۔ان کے والد شمالی ہند سے ہجرت کر کے ناگپور پھر اورنگ آباد میں آ بسے تھے۔ان کی زندگی کا ایک حصہ اورنگ آباد میں ہی گزرا۔پھر شادی کے بعد وہ حیدرآباد چلی گئیں اور وہیں کی ہو کر رہ گئیں۔شفیق فاطمہ شعری غیر معمولی تخلیقی صلاحیتوں کی حامل جدید لب ولہجہ کی شاعرہ ہے۔شعریٰ کی شاعری میں انفرادیت اور نیا پن ہے۔انھوں نے ایک نئے اسلوب، تجربے اور لہجے سے اردو شاعری میں مخصوص مقام حاصل کیا ہے۔ان کے چار مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔پہلا مجموعہ کلام ''گلہ صفورہ'' دوسرا مجموعہ ''آفاق نوا'' اس کے بعد تیسرا ''کرن کرن یادداشت'' اور چوتھا ''سلسلۂ مکالمات'' کافی مقبول ہوئے۔انھوں نے اپنی نظم 'یادنگر' میں اورنگ آباد کو یاد کرتے ہوئے اس طرح اظہار کیا ہے:

میں اوس بن کے برس جاؤں تیرے سبزے پر
میں گیت بن کے تری وادیوں میں کھو جاؤں
بس ایک بار بلالے مجھے وطن میرے
کہ تیری خاک کے دامن میں چھپ کے سوجاؤں

یہ چاندنی کا اجالا یہ نیم شب کا سکوں
سفید گنبد و در دودھ میں نہائے ہوئے
ستاروں کوئی کہانی کہو کہ رات کٹے
نہ یاد آئیں مجھے روز و شب بھلائے ہوئے

دکن کی شاعرات میں شفیق فاطمہ شعریٰ کا نام سب سے نمایاں ہے۔انھیں شعروشاعری سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ان کی پہلی مطبوعہ نظم ''فصیلِ اورنگ آباد'' ہے جو ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی۔اس نظم کے بارے میں ڈاکٹر صدیق محی الدین رقمطراز ہیں:

''اس اثر انگیز نظم میں شعری نے اورنگ آباد کے تاریخی تہذیبی اور سیاسی آثار کو عمدگی سے پیش کیا ہے اور یہاں کی عمارتوں اجنتا کے غار عبادت گاہوں اور دیگر تاریخی آثار کو قومی یکجہتی اور جہدِ انسان کے لافانی مظاہر سے تعبیر کیا ہے۔''فصیل اورنگ آباد'' گویا شاعرہ کو زندگی کا نیا حوصلہ اور یقین عطا کرتی ہے۔یہ نظم رجائیت اور خوش آئند مستقبل کا بھی پیغام دیتی ہے''

اورنگ آباد کا شمار ہندوستان کے اہم ترین تاریخی شہروں میں کیا جاتا ہے۔اس شہر کے چاروں طرف اورنگ زیب نے فصیل بنوائی تھی جس کے اب صرف باقیات رہ گئے ہیں۔اس نظم میں شفیق فاطمہ شعریٰ نے تاریخی واقعات کی نشاندہی کے ساتھ اپنے خیالات کی عکاسی بھی کی ہے۔نظم کو پڑھنے سے اورنگ آباد سے ان کے جذباتی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے:

یہ فصیلِ پارینہ یہ کھنڈر یہ سناٹا
کس خیال میں گم سم ہے یہ رہگذار آخر
میں یہاں ٹھٹکتی ہوں سوچتی ہوں تھوڑی دیر
یہ شکستہ بام و در کیوں ہیں سوگوار آخر

گرد اُڑ رہی ہے اب جس وسیع میداں سے
اس کو روند کر گذرے کتنے شہ سوار آخر
کتنے انقلاب آئے کتنے حکمراں بدلے
ہے یہ خاک کس کس کے خوں سے داغدار آخر

فصیل اورنگ آباد اپنے اندر بے شمار تاریخی حقائق چھپائے مسلمان حکمرانوں کی عظمت کی خاموش شاہد بنی کھڑی ہے۔یہ نظم تاریخی حسیت سے بھرپور ماضی اور حال کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتی ہے۔اس نظم میں آگے چل کر شاعرہ نے اورنگ آباد میں واقع ''بی بی کا مقبرہ'' کا ذکر کیا ہے جسے دکن کا تاج بھی کہا جاتا ہے۔یہ مقبرہ آگرہ کے تاج محل کا چھوٹا نمونہ معلوم ہوتا ہے،اسی طرح کا باغ اور نہریں،درمیان میں بلند چبوترہ،اس کے چاروں کونوں پر اونچے اونچے مینار،وسط میں بڑا گنبد اوراردگرد چھوٹی چھوٹی برجیاں اسے چھوٹا تاج محل ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔اس کو مغل بادشاہ اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ اعظم شاہ نے اپنی ماں دلرس بانو بیگم کی یاد میں تعمیر کروایا ہے۔خوبصورتی کے حوالے کسی طور پر بھی یہ مقبرہ تاج محل کا مقابلہ نہیں کرسکتا لیکن اس کمی کے باوجود یہ فن تعمیرات کا نہایت شاندار نمونہ ہے جس میں اکبر اور شاہجہاں کے دور کے شاہی طرز تعمیرات کا عکس جھلکتا ہے۔ہرے بھرے درختوں کے درمیان مقبرے کی سفید عمارت نہایت دلکش اور حسین نظر آتی ہے۔شفیق فاطمہ شعریٰ مقبرہ کو دلرس بانو کے ہاتھ کا حسین کنگن کہتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اس سے کہساروں کا دامن جگمگا اٹھا ہے۔ایسا لگتا ہے شام کے اندھیرے میں شمع جل رہی ہو یا پھر بادلوں کے گھیرے میں چاند محصور ہو۔اس کے بعد شاعرہ تاج محل اور مقبرہ دلرس کی تعمیر وتخلیق کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ تاج ارجمند بانو کے پیار کی نشانی اور غیر فانی ہے جبکہ مقبرہ مامتا کے دامن کی سہانی چھاؤں ہے۔تاج محل کے ساتھ جمنا کی پرسکون روانی ہے تو مقبرہ دلرس کے ساتھ کہساروں کا سایہ لپٹا ہوا ہے۔اس نظم کے مزید اشعار ملاحظہ ہو :

دیکھنا وہ ڈلرس کے ہاتھ کا حسین کنگن
جگمگا اُٹھا جس سے کوہسار کا دامن
جیسے شمع جلتی ہو شام کے اندھیرے میں
جیسے چاند ہو محصور بادلوں کے گھیرے میں
تاج کی الگ ہے بات تاج غیر فانی ہے
ارجمند بانو کے پیار کی نشانی ہے
مقبرے میں ڈلرس کہ ایک ماں ہے آسودہ
ایک سفید آنچل ہے گم شدہ جوانی ہے
اس کے ساتھ لپٹا ہے سایہ کوہساروں کا
اُس کے ساتھ جمنا کی پر سکوں روانی ہے

شفیق فاطمہ شعریٰ نے اورنگ آباد کی تاریخی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے شہر کی عظیم الشان جامعہ مسجد کا بیان بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے۔شہراورنگ آباد میں یوں تو پرانے زمانے کی بے شمار خوبصورت عمارتیں، مسجدیں اور مقبرے موجود ہیں لیکن ان میں جامع مسجد کو اہمیت حاصل ہے۔اس تاریخی مسجد کو بجا طور پر ہندوستان کی چند عظیم اور شاندار مساجد میں شمار کیا جا سکتا ہے۔اس مسجد کی تعمیر میں دو نیک دل فرماں رواں یعنی ملک عنبر اوراورنگ زیب کا حصہ رہا ہے۔اول ملک عنبر نے ۱۶۱۲ء میں اس مسجد کی تعمیر کی بعد میں مغل حکمران اورنگ زیب نے ۱۶۹۲ء میں اس کی توسیع کیں۔مسلم بادشاہوں کی یہ عظیم یادگار آنے والی نسلوں کو ان کی شاہانہ جاہ وجلال اور شان وشوکت کی یاددلاتی رہے گی:

شاہراہ سے لگ کر اک کہن عبادت گاہ
سرنوشت دوراں کا کوئی راز داں جیسے

خوش نماں گراں پیکر نقش محکم و سادہ
سنگ و خشت میں لپٹا نورِ خاکداں جیسے
اس کا صحن بے سرحد عام خاص کا میداں
در کشادہ ہر جانب اس کا سائباں جیسے

شفیق فاطمہ شعریٰ نے سنگ تراشی کے شاہکار ایلورہ کے غار پر بھی ایک نظم ''ایلورہ'' کے عنوان سے لکھی ہے جس میں بے مثال فن کاری اور مصوری کا ذکر کیا ہے۔ان غاروں میں نقاشی وسنگ تراشی کے جاذب نظر نمونے پائے جاتے ہیں۔ایلورہ کے یہ غار سنگ تراشی کے بے مثال اور عجیب وغریب نمونے ہیں۔یہاں پہاڑوں کو کھود کر بڑے بڑے مسطح ہال اوران سے متصل کمرے بنائے گئے ہے۔دیواروں اور کھمبوں پر بڑی مہارت سے بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی سائز کی مورتیاں تراشی گئی ہے۔خوبصورت اور دلکش پینٹنگس سے ہالوں کو آراستہ کیا گیا ہے۔شاعرہ آج کے نفسانفسی کے دور میں ایلورہ کے ان غاروں میں سکون ومسرت کی متلاشی ہے۔نظم کے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

ان گھپاؤں میں کوئی بزم سجی ہے جس کی
شمع تابندہ ہے گل تازہ ہیں
جام گردش میں ہیں ساقی کا کرم ہے سب پر
بند آنکھوں سے چھلکتا ہے سرور ازلی
درودیوار سے ٹکرا کے ہوا گاتی ہے
روشنی تپتے ہوئے مہر کی پابوسی کو
چاندنی بن کے گذر پاتی ہے
سحر و شام کے لمحات رواں آتے ہیں

اور گاتے ہوئے تعظیم سے جھک کے گزر جاتے ہیں

ہے فضاؤں میں فرشتوں کے پروں کی آواز

شفیق فاطمہ شعریٰ نے صوفیائے کرام و بزرگان دین کی سرزمین خلدآباد پر بھی ایک دلکش نظم لکھی ہے۔ سر زمین خلدآباد مذہبی اور تاریخی دونوں اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اس سرزمین کی تسکین بخش خاک میں سیکڑوں اولیاءاللہ اور صوفیائے کرام آرام فرما ہیں جنھوں نے دکن کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں اسلام کے عظیم سپاہی اور بہادر جنگجو مدفون ہیں۔ ہندوستان کا عظیم شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر بھی اسی سرزمین میں آسودۂ خاک ہے۔خلدآباد کی پیچ و خم کھاتی ہوئی کوتاہ گلیاں، تاریخی عمارتیں، سر بفلک سفید مقابر ،مساجد، برج اور فصیلیں دورِ قدیم کے سلاطین ،صوفیاءاور تاریخی شخصیات کے وقار کی داستان کہہ رہی ہیں۔ پتھروں سے بنے خوبصورت محلوں کے کھنڈر ہوتے درودیوار گزرے دور کی محض باقیات رہ گئیں ہیں۔شفیق فاطمہ شعریٰ اپنی نظم ''خلدآباد کی سرزمین'' میں شہر خلدآباد کو گنبدوں اور مرقدوں کی امین کہتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اس شہر کی شاموں میں خوابوں کے رنگ ہیں۔اس کے پیڑوں کے سائے تلے ہوائے بہشت کھیلتی ہے۔اس شہر کی چھاؤں راگنی سے سجل اور دھوپ چاندنی سے حسین ہے۔

کوہساروں کا اُودا دھواں نیلے آکاش کا راز دار

خامشی تہہ بہ تہہ موج موج جیسے اک قلزم بے کنار

راہگزاروں میں بوئے مرام اور ہوا میں امنگوں کا جوش

ان فضاؤں میں ہے بے نقاب زندگی کا جمال و وقار

خلدآباد کی سرزمیں گنبدوں مرقدوں کی امین

تیری شاموں میں خوابوں کے رنگ تیری صبحیں خیالوں کی روپ

تیرے پیڑوں کے سائے تلے کھیلتی ہے ہوائے بہشت
راگنی سے سجل تیری چھاؤں چاندنی سے حسین تیری دھوپ
یہ حقیقت کی بستی ہے یا کوئی دھندلی سی اقلیم خواب
دو نفس جس میں پر چھائیاں اوڑھتی ہے ردائے ظہور

خلدآباد کی سرزمین اس معنی میں نہایت زرخیز ہے کہ یہاں درویش بھی ہوئے اور سلاطین بھی، عالم بھی ہوئے اور ادیب بھی۔ شہر خلدآباد قابل دید اور نہایت فرحت افزا اور دلکشا ہے۔ نظارۂ قدرت کے لیے اس سے بہتر مقام نہیں یہ شہر ہر فصل میں خزاں سے پاک اور سرسبز وشاداب رہتا ہے خصوصاً بارش کے موسم میں نمونۂ جنت نظر آتا ہے۔ یہاں کی آب وہوا نہایت خوشگوار اور زندگی بخش ہے۔ اس نظم میں شاعرہ نے اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ گردشِ زمانہ اس مقدس شہر کے آثار مٹا نہ دے اس لیے انہوں نے اس شہر کو اپنی شاعری میں محفوظ کرلیا ہے۔ شاعرہ چاہتی ہے کہ اس سرزمین میں ابدی نیند سورہے اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام کی تعلیمات اور ان کی اہمیت کو نئی نسل تک پہونچایا جائے:

آج تک میں جلاتی رہی تیرے در پر مرادوں کے دیپ
آج سے میرے نغمے میں تو اپنی شمع مقدر جلا
میری آواز کے سوز میں شعلہ جاوداں بن کے جل
گھٹ کے ان وادیوں میں نہ رہ حدِ آفاق تک پھیل جا
تیرے رنگِ کہن کے بغیر نقش عصر رواں ناتمام
نقشِ عصر رواں کے بغیر تیرا رنگِ کہن بے بقا

☆☆☆

19-20

ادب کا بین الکلیاتی نظریہ
(ادب اور تاریخ کے باہمی ربط کے حوالے سے)

ڈاکٹر انصاری مسعود اختر ندوی

صدر شعبۂ اُردو، انکوش راؤ ٹوپے کالج، جالنہ

ادب اور تاریخ کا باہمی ربط سورج اور زمین کے باہمی رشتہ کی طرح ہے جس میں یہ تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ زمین سورج سے ٹوٹ کر علیحدہ ہونے والے ایک حصے کا نام ہے لیکن یہ کب ہوا یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ کچھ اسی طرح یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ، ادب کے سورج سے جدا ہونے والے حصہ کا نام ہے لیکن زمانے اور وجوہات کا علم صرف قیاس کے دائروں تک محدود ہے۔ زمانہ قدیم کی تاریخ کا مآخذ اُس دور کا ادب ہے۔ یہ کوئی بحث طلب مسئلہ نہیں ہے۔ دنیا کے کسی حصہ کی تاریخ چاہے عرب ہو کہ ہندوستان، قدیم دور کی تاریخ کا مآخذ بڑی حد تک اُس دور کا ادب ہی رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کہیں یہ ادب مذہبی کتابوں کی صورت میں ادب سے تاریخ میں منتقل ہوا اور کہیں ادب کی دوسری اصناف جیسے شاعری کے ذریعہ تاریخ دانوں کے ہاتھوں تک پہنچا لیکن زمانے کی گردش نے ادب اور تاریخ کے بیچ ایک خلا پیدا کردیا اور آج یہ دونوں ایک مآخذ کے دو حاصل ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے الگ اپنی اپنی پہچان رکھتے ہیں۔

دنیائے علم کی بنیادیں تحقیق اور تجسس پر استوار ہیں۔ تحقیق جس سہارے سے آگے بڑھتی ہے وہ سوالات سے عبارت ہے۔ بیدار فکر سوالوں کی آماجگاہ ہوتی ہے لیکن بعض سوال ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر نہ فکر کو مرکوز کیا جاتا ہے اور نہ اُن کے جوابات کی تلاش ہوتی ہے۔ ان سوالات کو موضوعِ فکر بنائے بغیر ہی مان لیا جاتا ہے کہ یہ سطحی ہیں اور ان کے جواب ہر ذہن میں محفوظ ہیں۔ ان ہی سوالوں میں سے ایک سوال تاریخ سے مربوط ہے۔ ''تاریخ کیا ہے؟'' بظاہر بڑا آسان سوال محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بڑا مشکل سوال ہے، آپ کو یقین نہ آئے تو دو چار حضرات سے پوچھ لیجئے۔ آپ کو ایک ہی